فتویٰ نمبر:[۱۹] بسم اللہ الرحمن الرحیم تاریخ:[۲۰۲۰/۰۸/۱۹]

سوال

میاں بیوی کے مابین بوجہ طلاق عدت کے ختم ہو جانے کے بعد آپسی صلح پر والد یا ولی انکار کریں، تو کیا حکم ہے؟

جواب

الحمدلله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده!

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا ہے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ (سورة البقرة:۲۳۲)

”اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اولیا اور سرپرستوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر میاں بیوی آپس میں نکاح کرنے پر آمادہ ہیں، اپنا گھر آباد کرنا چاہتے ہیں، تو ولی کو چاہیے کہ وہ اس میں رکاوٹ نہ بنے۔

دراصل حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کو ان کے بہنوئی نے طلاق دے دی تھی، عدت گزر جانے کے بعد دونوں نکاح پر آمادہ ہو گئے، لیکن حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح اس سے کیا اور اس کو عزت دی لیکن اس نے یہ قدر کی کہ اس کو طلاق دے دی؟ لہذا اب دوبارہ نکاح ہرگز نہیں ہو گا۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری:۴۵۲۹)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، تبھی تو ان کو ناجائز روکنے سے منع کیا جا رہا ہے۔

بہر صورت اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عدت ختم ہو جائے تو میاں بیوی تجدیدِ نکاح کے ساتھ اپنے گھر کو آباد کر سکتے ہیں اور جو ولی یا سرپرست ہے اسے چاہیے کہ وہ سختی کرتے ہوئے رکاوٹ نہ بنے۔ ولی اس لیے نہیں ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن پر جبر وزبردستی کرے، بلکہ ولی کا وظیفہ یہ ہے کہ لڑکی کی رضامندی کو سامنے رکھتے ہوئے، کسی مناسب ترین رشتہ کا انتخاب کرے، اور لڑکی کو بھی چاہیے کہ جلد بازی میں کوئی جذباتی فیصلہ کرنے کی بجائے ولی کی مدد واجازت کے مطابق چلے، کیونکہ شریعت نے ایک کامیاب و بہترین نکاح کے لیے لڑکی کی رضامندی اور ولی کی اجازت دونوں کو بنیادی حیثیت دی ہے۔

- اس سب کے باوجود اگر ولی تجدیدِ نکاح پر رضامند نہ ہو تو کیا وہ اپنا حقِ ولایت کھو بیٹھتا ہے؟ کیا ایسی صورت میں ولایت کے اختیارات کسی دوسرے ولی کو منتقل ہو سکتے ہیں؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ مُرْشِدٍ (السنن الصغير للبيهقي:٢٣٧٦، وحسنه ابن حجر فی الفتح (٩/ ١٩١)

یعنی نکاح کے لیے 'ولی مرشد' کا ہونا ضروری ہے۔

اور 'مرشد' یعنی سمجھدار اسے کہیں گے، جو لڑکی کا خیر خواہ و ہمدرد ہو۔ جو ولی لڑکی کو نکاح سے روکتا ہے، اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرتا ہے وہ اس کا ہمدرد نہیں ہے، اس لیے وہ اپنے حقِ ولایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ حقِ ولایت آگے دوسرے ولی (دادا، بھائی یا چچا) کو منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ حقِ ولایت باپ دادا وغیرہ کی طرف ہی رہے گا۔ ماں، نانا، ماموں وغیرہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔ اگر کوئی بھی ولی موجود نہ ہو تو پھر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

فَإِنْ اشْتَجَرُوْا فالسُّلطانُ وليُّ من لا وليَّ له (سنن الترمذی:١٨٧٩)

اگر سب ہی رنجش و چپقلش کا شکار ہو جائیں، تو جس کا کوئی ولی نہ ہو، بادشاہ وقت اس کا ولی ہوگا۔

لہذا ایسی صورت میں وقت کی حکومت یا عدالت خود فریق بن کر اس نکاح کے فرائض سرانجام دیں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو بہت متوازن انداز سے بیان کیا ہے، اور اس حوالے سے وارد احادیث پر تین ابواب (عناوین) قائم کیے ہیں:

(۱)ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

(۲) باپ، دادا کو چاہیے کہ اپنی زیر کفالت بچی کا نکاح اس کی رضامندی سے کریں۔

(۳)اگر باپ دادا زبردستی کریں تو نکاح مردود ہوگا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں چیزیں ہی ضروری ہیں۔ لڑکی کی رضامندی بھی ضروری ہے اور ولی کی اجازت بھی ضروری ہے، اگر ولی اپنے اختیارات کو غلط استعمال کرتا ہے تو وہ حقِ ولایت سے محروم ہو جائے گا اور جو لڑکی اپنے باپ دادا کی عزت کو داؤ پر لگاتے ہوئے خود نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح بھی نہیں ہوگا۔ لہذا لڑکی اپنے ولی کی عزت و آبرو کا خیال رکھے اور اس کی اجازت سے نکاح کرے اور ولی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی زیرِ کفالت بہن یا بیٹی کا نکاح کرتے وقت اللہ سے ڈرے اور اس کی ہمدردی اور خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر ہی نکاح کرے، اس مقدس بندھن کو اپنے مفادات کی بھینٹ نہ چڑھائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مفتیانِ کرام

فضیلۃ الشیخ ابو محمد عبد الستار حماد حفظہ اللہ (رئیس اللجنۃ)

فضیلۃ الشیخ عبد الحلیم بلال حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ

فضیلۃ الدکتور حافظ اِسحاق زاہد حفظہ اللہ

لجنۃ العلماء للإفتاء
www.ulamaweb.com
fatwa@ulamaweb.com +923098280125